شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

حافظ محمد ادریس

عالم اسلام کے معروف دینی سکالر' محدث و فقیہ اور اخوان المسلمون کے مشہور رہنما' شام کے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۹ شوال ۱۴۱۷ ہجری مطابق ۱۶ فروری ۱۹۹۷ کو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شام کے شہر حلب میں ۱۹۱۷ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک عالم دین اور کپڑے کے تاجر تھے۔ پورا گھرانہ علم و تقویٰ کی اعلیٰ مثال تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب سیدنا خالد بن ولیدؓ سے جا ملتا ہے' گویا آپ قریش کے معروف خاندان بنو مخزوم میں سے تھے۔

حصول تعلیم: آپ نے شام میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ الازہر (مصر) سے ۱۹۵۰ میں نفسیات اور اصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ ایک عالم ربانی بھی تھے اور ایک نڈر مجاہد بھی۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو شام اور مصر دونوں ملکوں میں اعلیٰ علمی و عملی شخصیات سے کسب فیض کا موقع ملا۔ شیخ راغب طباخ' شیخ نجیب سراج الدین' شیخ احمد الزرقا اور شیخ مصطفیٰ الزرقا شام کے نامور علما ان کے اساتذہ تھے۔ مصر میں آپ کا تعلق جن اساتذہ سے قائم ہوا' ان میں شیخ محمد خضر حسین' شیخ عبدالحلیم محمود' شیخ محمود شلتوت اور شیخ عبدالمجید دراز شامل ہیں۔ مصر میں قیام کے دوران شیخ ابوغدہ مرحوم نے شیخ مصطفیٰ صبری' شیخ محمد زاہد کوثری اور امام حسن البناء شہید سے خصوصی تعلق قائم رکھا اور ان کی علمی و دعوتی سرگرمیوں میں شرکت کی۔

رکن پارلیمنٹ: مصر میں قیام ہی کے دوران اخوان المسلمون میں شامل ہوئے اور وطن واپسی پر اخوان المسلمون شام میں سرگرمی سے کام کیا۔ آپ نے ۱۹۶۲ میں شامی پارلیمنٹ کے انتخاب میں حصہ لیا اور حلب شہر سے بھاری اکثریت سے ممبر منتخب ہوئے۔ پارلیمنٹ میں آپ کا کردار اخوان کے لیے باعث فخر اور خود مجلس قانون ساز کے لیے باعث تقویت تھا۔ آپ نے اس دور میں جو عرب قومیت پرستی کا نقطہ عروج تھا' ہمیشہ ملت اسلامیہ کے مسائل پر کھل کر اظہار خیال کیا اور دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں سے خراج تحسین وصول

کیا۔ آپ عرب قومیت کے سب سے بڑے ناقد تھے۔

گرفتاری: شامی حکومت نے ۱۹۶۶ء میں شیخ کو گرفتار کر لیا۔ ان پر الزام تھا کہ وہ اپنے خطبات کے ذریعے عوام کو حکومت کے خلاف آمادۂ بغاوت کرتے ہیں۔ آپ ایک سال جیل میں رہے۔ یہاں بھی آپ نے اپنے داعیانہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت ایسی حیثیت حاصل کر لی تھی کہ قیدی اور جیل کا عملہ ان کی عزت بھی کرتا اور دینی معاملات میں ان سے رہنمائی کے لیے بھی رجوع کرتا تھا۔

رہائی اور ہجرت: ۱۹۶۷ء میں جب اسرائیل نے شام، مصر اور اردن کے کئی علاقوں پر قبضہ جمایا تو دوران جنگ جن سیاسی قیدیوں کو جیل سے رہا کیا گیا، ان میں شیخ بھی تھے جو رہا ہو کر پھر میدان میں آگئے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ چھوٹی جیل میں جس قدر آزادی تھی بڑی جیل میں وہ بھی نہیں ہے، تو وطن عزیز کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کر لیا، سعودی عرب کی طرف ہجرت کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔

سعودی عرب میں مرحوم نے کئی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے مگر جامعہ امام محمد بن سعود ریاض نے آپ سے خصوصی استفادہ کیا۔ آپ حدیث اور فقہ کے جید عالم تھے اور ادیان و مذاہب کے تقابلی مطالعہ پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

ابوغدہ مرحوم مسلک کے لحاظ سے حنفی تھے مگر چونکہ خود اپنے علمی مقام اور مرتبے کی وجہ سے مجتہد کے مقام پر فائز تھے، اس لیے ان کا علمی افق بہت وسیع تھا اور ظرف بھی بہت عالی تھا۔ آپ کے شاگردوں میں دنیا بھر کے تشنگان علم اور ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے طلبہ شامل تھے۔ آپ نے حدیث کی بہت خدمت کی اور حدیث کی بہت سی قدیم اور امہات کتب پر حاشیے لکھے اور ان کی تخریج و تحقیق کی۔ آپ کی اپنی تصانیف اور رسائل کی تعداد بھی درجنوں میں ہے۔

سفر و سیاحت: شیخ عبدالفتاح نے دیار عرب اور بلاد مغرب کا سفر کیا۔ آپ نے مشرق بعید اور خصوصاً برعظیم کے سفر میں علمی شخصیات اور دینی درس گاہوں سے ذاتی روابط قائم کیے۔ آپ نے برعظیم کے بہت سے مدارس سے اپنی نسبت قائم کرنے کے لیے سماعت حدیث اور حصول سند کا بھی اہتمام کیا اگرچہ آپ کا اپنا مقام و مرتبہ خود ان مدارس کے اساتذہ کے برابر یا برتر تھا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے شیخ مرحوم کو قلبی محبت و عقیدت تھی۔ اس کا بارہا وہ تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا خیر محمدؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰنؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندوی سب ہی سے ملاقاتیں کیں اور علمی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔

رائے عامہ کی حمایت: شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شام میں اخوان کے مراقب عام رہے۔ پر آشوب دور اور

نصیری حکومت کے مظالم کے مقابلے پر آپ نے اخوان کی رہنمائی کی۔ آپ بیرون ملک سے ہدایات و ارشادات بھیجتے رہتے تھے۔ بعض پرجوش نوجوانوں نے ظالم حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا تو شام کے اخوان کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ پرامن جدوجہد اور رائے عامہ کو ساتھ ملا کر انقلاب لانے کے حق میں تھے۔ مسلح جدوجہد کے نتیجے میں حلب اور حماہ وغیرہ شہروں میں حکومت اور فوج کے ساتھ تصادم ہوا، نصیری حکومت نے اس قدر مظالم ڈھائے کہ اس کی مثال انسانی تاریخ میں کم ہی مل سکتی ہے۔ بے شمار نوجوان شہید ہوئے، لاتعداد جیلوں میں بند کر دیے گئے، بہت سے ملک سے جلاوطنی پر مجبور ہو گئے۔ شیخ مرحوم اس صورت حال پر ازحد رنجیدہ تھے۔

شیخ سے ملاقات: شیخ مرحوم سے مجھے دو دفعہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ ان سے ریاض میں ملاقات ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں۔ شیخ مرحوم دبلے پتلے، چاق و چوبند اور گورے چٹے بزرگ تھے۔ آپ کے چہرے پر ملکوتی نور کی جھلک ہر شخص کو متاثر کرتی تھی۔ آپ گفتگو میں نہایت شیریں اور استدلال میں بہت مضبوط تھے۔

شیخ کا خاص مضمون حدیث پاک تھا اس لیے وہ اپنی گفتگو میں حدیث کے حوالے کثرت سے دیا کرتے تھے۔ حدیث بیان کرتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر پھیلا ہوا نور اور بھی روشن ہو جاتا تھا۔ کبھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھی آ جایا کرتے تھے۔ آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول تھے۔

مجھے شام کے حوالے سے شیخ ابوغدہ کی گفتگو کا یہ حصہ آج تک یاد ہے: "پورے عالم اسلام پر غیر اسلامی نظام اور بیشتر حصوں پر طاغوت قابض ہے۔ طاغوت کی غلامی پر ایک لمحے کے لیے بھی مطمئن ہو جانا جرم عظیم ہے مگر موجودہ دور میں کسی تحریک کے لیے مسلح جدوجہد سے فساد زدہ مسلم معاشرے میں حقیقی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ اور ذاتی روابط کے ذریعے مسلم عوام کی اصلاح ناگزیر ہے....."

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے داماد اور معروف مسلم سکالر ڈاکٹر احمد البرا الامیری نے ایک ملاقات میں بتایا کہ شیخ کے تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں۔ کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگ دست رہتے تھے مگر کتابیں خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ پیٹ کاٹ کر بھی کتب خریدتے۔ ان کے گھر میں ہر کمرے میں کتب ہی کتب نظر آتی ہیں۔ ان کا ذاتی کمرہ تو مکتبے سے کم نہیں۔ آپ کے تمام بیٹے بیٹیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تحریک اسلامی سے وابستہ ہیں۔

عشق رسولؐ: ڈاکٹر الامیری نے ہی بیان کیا کہ شیخ مرحوم کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور نبی پاکؐ

شیخ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں۔ خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہو گئی اور وہ زار و قطار رونے لگے۔

شیخ مرحوم کو ایسا ہی ایک خواب ایک عراقی عالم دین نے سنایا۔ اس میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شیخ ابوغدہ سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ عراقی دوست کی زبانی یہ خواب سن کر شیخ رونے لگے، ہچکی بندھ گئی۔ عراقی بزرگ کو شک ہوا کہ کہیں شیخ کی جان ہی نہ نکل جائے۔

مرجع خلائق: شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے لیکچرز اس قدر موثر اور مقبول ہوتے تھے کہ مصر میں دور طالب علمی میں وہ جامع ازھر کے طلبہ کی آنکھوں کا تارا بن گئے تھے۔ شام واپسی پر انھوں نے جس مسجد میں جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا وہاں نمازیوں کو جگہ نہ ملتی تھی۔ ساتھ کی سڑکوں اور بازاروں میں بھی لوگ مصلے بچھا کر نماز پڑھتے تھے۔ بسااوقات اژدہام کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

شیخ کے شاگردوں نے بتایا کہ جامعہ امام میں ان کے لیکچر کے دوران ان کی کلاس کے طلبہ کے علاوہ جامعہ کے دیگر طلبہ کی ایک بڑی تعداد پیچھے آکر بیٹھ جاتی، جن کو جگہ نہ ملتی وہ کھڑے ہو کر آپ کی تقریر سنا کرتے تھے۔ چونکہ شیخ حدیث رسولؐ کی تدریس کرتے تھے اس لیے اس کی سماعت سے کسی کو روکنا ان کے نزدیک جائز نہ تھا۔ ان کے شاگردوں میں سعودی عرب کے امرا اور شہزادے بھی شامل تھے اور دنیا کے غریب مسلم ممالک کے فقرا و مساکین بھی تھے۔

شوق مطالعہ: شیخ کو کتابیں جمع کرنے ہی کا شوق نہ تھا بلکہ وہ ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اس صدی کے عظیم انسان، منفرد مفکر اور یکتائے روزگار مصلح، سید مودودیؒ نے فرمایا تھا: "میں کتابوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، میرا بس چلے تو اپنی قبر میں بھی اینٹوں کی جگہ کتابیں چنوا دوں"۔ یہی حال شیخ ابوغدہ کا تھا۔ آنکھ کی بینائی کمزور ہو گئی۔ آپریشن کا ارادہ ظاہر کیا۔ کمزور صحت اور بڑھاپے کی وجہ سے ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ جان کو خطرہ ہو سکتا ہے مگر انھوں نے فرمایا کہ مطالعہ میری زندگی ہے۔ آپ لوگ میری نظر بنانے کی کوشش کریں۔

سفر آخرت: آپریشن کامیاب نہ ہو سکا۔ شیخ کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ آخر وہ لمحہ آگیا جو ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ شیخ کا انتقال ریاض میں ہوا، آپ کی زندگی بھر کی تمنا تھی کہ آپ کو مدینہ رسولؐ میں قبر کی جگہ مل جائے۔ آپ کے شاگردوں اور مداحوں میں سے سعودی عرب کی بااثر شخصیات کو اس کا علم تھا۔ ریاض میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا اور ایک خصوصی طیارے کے ذریعے جسد خاکی مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔ مدینہ کی مسجد نبویؐ میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر بن گئی۔ آپ کے جنازے کے ساتھ

اتنا بڑا ہجوم تھا کہ اہل مدینہ کا خیال ہے قریب کے دور میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں ہوا۔ یہ مقام بلند آپ کو دین حق کی دعوت اور خصوصاً حدیث رسول مقبولؐ کی خدمت کی وجہ سے نصیب ہوا۔

شیخ مرحوم کے بارے میں میرا ذاتی تاثر آج بھی یہ ہے کہ آپ ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ میں نے جب ان کو پہلی بار دیکھا تو بچپن سے فرشتے کا جو تصور ذہن میں بیٹھا ہوا تھا، اس کے مطابق میرے دل نے فوراً گواہی دی کہ فرشتے ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ حق مغفرت کرے اس ملکوتی صفت انسان نے مثالی زندگی گزاری اور قابل رشک موت سے ہم کنار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع سے سرفراز کرے۔ ان کی رحلت سے عالم اسلام ایک جید عالم دین، محدث اور مایۂ ناز فقیہ سے محروم ہو گیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد کے قلم سے

□ سود کی لعنت -/125 روپے سیکڑہ □ پاک بھارت تعلقات -/125 روپے سیکڑہ

□ قومی ترجیحات -/150 روپے سیکڑہ □ اتوار کی چھٹی -/125 روپے سیکڑہ

★ "حجاب کے اندر" جاپانی نومسلمہ "**خولہ لکاتا**" کی ایمان افروز تحریر -/100 روپے سیکڑہ

منشورات کی تازہ پیش کش

"بول میری مچھلی" کے خالق **عنایت علی خاں** کا ازراہِ عنایت، عنایات کے ساتھ مکمل مجموعہ کلام

"عنایتیں کیا کیا"

مجلد، خوبصورت گرد پوش صفحات: ۳۰۰ قیمت: -/۱۲۵ روپے

۱۰ جون تک کے لیے تعارفی قیمت -/۸۵

منشورات

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور 54570، فیکس: 042-7832194